# کمپنیوں کے حصص پر زکوٰۃ کا مسئلہ

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

کمپنیوں کے شیرز پر زکوٰۃ نکالنے کا مسئلہ اکثر لوگوں کے لیے بڑی الجھن کا باعث رہتا ہے۔ جن اصحابِ افتاء کی رایوں کو عام مسلمانوں کے نزدیک اعتبار و اہتمام حاصل ہے انھوں نے اس کا طریقہ یوں سمجھایا ہے کہ مسئلہ حل ہونے کے بجائے پریشانی میں اضافہ ہو جائے اور انجام کار بہت سے لوگوں کو اس کی ادائیگی ہی سے غفلت ہو جائے۔ پیش نظر مضمون میں شیرز پر زکوٰۃ سے متعلق علماء و اہل افتاء کی رایوں کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ہی بعض مسائل پر از سرِ نو غور کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ نکالنے کے لیے شیرز کی اوسط قیمت کا اعتبار، جن شیرز کی بازار میں کوئی قیمت نہ رہ گئی ہو اور ان کی لسٹنگ بھی بند ہو چکی ہو ان کے ساتھ مالِ ضمار کا معاملہ کرنے کی تجویز خاص طور پر علماء و اصحابِ فتاویٰ کی خدمت میں برائے غور و فکر پیش ہے۔

## زکوٰۃ کی تاکید

قرآن و حدیث میں زکوٰۃ کے نہ ادا کرنے پر بڑی وعید آئی ہے۔ زکوٰۃ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اموال و املاک اور خود ہمارے نفس کے لیے پاکیزگی کا ذریعہ بنایا ہے۔ حصص میں عام طور پر لوگ اپنی ضرورتوں سے فاضل پونجی لگاتے ہیں اور اس میں آمدنی بھی مختلف مشتبہ و غیر مشتبہ سرمایہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے شیرز کی زکوٰۃ کی ادائیگی پورے طور سے ہونی چاہیے تاکہ وہ اچھی طرح پاک ہو سکے۔ لیکن افسوس کہ شیرز میں سرمایہ کاری کرنے والے بعض کو یہی پتہ نہیں کہ ان میں بھی زکوٰۃ نکالنی ہے اور اکثر کو نہیں معلوم کہ ان میں زکوٰۃ کس طرح نکالیں۔ ہر مسلمان کو جاننا چاہیے کہ شیرز سے متعلق زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

اوران میں زکوٰۃ وہ کیوں کر نکالے؟

علماء کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ شیرز پر بھی زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔ البتہ اس کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے، ایسے اختلافی مسائل میں جس مستند عالم پر اعتماد ہو اس کی رائے پر اللہ کو حاضر و ناظر اور اس کے سامنے اپنے کو جوابدہ سمجھ کر عمل کریں اس باب میں مختلف آراء کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ علماء کرام و اصحاب افتاء ان مختلف رایوں کا جائزہ لے کر کسی بہتر علمی فیصلہ پر پہنچنے کی کوشش کریں کہ اب تک کسی مسلک میں کوئی ایک مستقل رائے اس باب میں ابھر کر سامنے نہیں آئی ہے۔ مسئلہ ہنوز غور و فکر کا محتاج ہے شیرز بازار کے مروجہ نظام اور کمپنیوں کے طریقہ کار سے اچھی طرح آگہی اور روح شریعت کا شعور اس طرح کی رائے سازی میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

## حصص کی زکوٰۃ میں کمپنی کی نوعیت کا اعتبار

عالم عرب کے ایک عالم شیخ عبدالرحمن عیسیٰ نے اپنی کتاب المعاملات الحدیثہ واحکامہا میں اس بات پر زور دیا ہے کہ شیرز کی زکوٰۃ کے سلسلے میں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ کمپنی کس طرح کی ہے اور اس کے مطابق زکوٰۃ عائد ہوگی مثلاً اگر کمپنی محض خدمات (Services) فراہم کرتی ہے کسی سامان کی پیداوار اور فروخت نہیں کرتی مثلاً ہوٹل، اشتہار، روڈویز، بری یا بحری نقل و حمل، ٹرام وے اور ہوائی پرواز وغیرہ کی کمپنیاں، تو ان کے شیرز میں زکوٰۃ نہیں ہوگی کیونکہ کل رقم آلات و عمارات وغیرہ میں لگی ہوئی ہے صرف کمپنی کے نفع پر زکوٰۃ ہوگی اس کے برخلاف اگر کمپنی صنعتی پیداوار اور تجارت میں مشغول ہے تو اس کے شیرز پر بھی زکوٰۃ ہوگی البتہ اس سے عمارت، فرنیچر اور مشینوں کی مالیت کے تناسب سے اس میں جو رقم آئے گی اسے منہا کردیں گے اور بقیہ پر زکوٰۃ نکالیں گے۔[۱] اس پر تبصرہ کرتے ہوئے عالم اسلام کے مشہور محقق ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ اس فرق سے ممکن ہے کہ ایک شخص پہلی قسم کی کمپنیوں میں سرمایہ کاری کرکے سالہا سال تک کوئی زکوٰۃ نہ نکالے کہ اصل پر زکوٰۃ نہیں اور نفع خرچ کرتا رہے جبکہ اتنی رقم ایک دوسرا شخص موخرالذکر قسم کی کمپنیوں میں رقم لگا کر اصل اور نفع دونوں پر زکوٰۃ دیتا رہے یہ ایسی ناانصافی کی بات ہے جسے شریعت گوارہ نہیں کرسکتی[۲] ڈاکٹر قرضاوی کے مطابق مذکورہ بالا

دو طرح کی کمپنیوں میں بایں طور فرق کرنا کہ ایک کو زکوٰۃ سے بری کردیں اور دوسری پر زکوٰۃ لازم کردیں، اس کی قرآن و حدیث یا اجماع و قیاس سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ دونوں کے شیرز مالِ نامی ہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی قسم کی کمپنی زیادہ ہی نفع بخش ہو۔ ڈاکٹر قرضاوی کے مطابق اگر اس بنیاد پر فرق کرنا ہی ہے تو یہ ہوسکتا ہے کہ جہاں خدمات کی کمپنیاں ہوں وہاں نفع پر عشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ میں لیا جائے اور جہاں سامان کی پیداوار اور تجارت ہو وہاں شیئرز کی بازاری قیمت پر نیز کوئی نفع ہو تو اسے ملا کر ڈھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے۔[۳۲]

ہندوستان کے علماء بھی زیادہ تر اسی کے قائل ہیں کہ شیئرز کی زکوٰۃ میں بلڈنگ مشین اور فرنیچر وغیرہ وضع کرکے جو بچے اس پر زکوٰۃ ہوگی۔[۳۳]

## U.T.I. سے متعلق ایک غلط فہمی

یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا (U.T.I.) میں سرمایہ کاری پر زکوٰۃ سے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں مفتی نظام الدین اعظمی صاحب فرماتے ہیں کہ اس ادارہ میں لگائی گئی تمام رقم پر زکوٰۃ ادا نہ کی جائے بلکہ اس ادارہ میں اثاثہ مثلاً فرنیچر و مشینوں و عمارت وغیرہ پر جو رقم خرچ ہوگئی ہے اس کو حسب حصہ وضع کرکے جو رقم ڈیپازٹ ہو اور جو سامان تجارت کا ہو اور نفع کی رقم ہو اس میں حسب حصص جس کے حصہ میں جتنی رقم آئے فقط اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔[۳۴] آگے چند سطروں کے بعد یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا میں سرمایہ کاری پر زکوٰۃ کا حکم بتاتے ہوئے شکر مل یا دوسری چیزوں کی پیداوار کرنے والی کمپنیوں کی مثال دی گئی ہے گویا U.T.I. بھی کوئی اس طرح کی پیداوار کرنے والی کمپنی ٹھہری۔ حالانکہ یہ محض سرمایہ کاری کا ادارہ یا میوچول فنڈ ہے جو سرمایہ جمع کرکے دوسری کمپنیوں کے حصص خریدتا ہے، یہ دراصل چھوٹے چھوٹے سرمایہ کاروں اور مختلف کمپنیوں کے درمیان ایک درمیانی واسطہ کے طور پر کام کرتا ہے، اس کی مثال میں شوگر فیکٹری کو نہیں پیش کرسکتے۔ میوچول فنڈس کے ذریعہ جو سرمایہ کاری ہوتی ہے اس میں زکوٰۃ کے لیے کمپنیوں کی نوعیت معلوم کرنا اور مشکل ہے۔

# جملہ شیرز کے ساتھ عروضِ تجارت کا معاملہ

راقم کا عرصہ سے یہ خیال رہا ہے کہ آبپاشی کے اونٹ، کھیتی کے بیل اور وہ آلات واوزار جن سے آدمی خود کام لیتا ہے اور جنھیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے ان پر ان سرمایہ داروں کی بڑی بڑی مشینوں کو قیاس کرنا جنھیں چلانے کے لیے ملازمین ہوتے ہیں اور سرمایہ کار کو ان سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے سلسلہ میں جو کہ اپنا الگ قانونی وجود رکھتی ہیں اگر خود کمپنی پر زکوٰۃ عائد ہو جیسا کہ بعض ممالک میں ہے تو مشینوں وغیرہ کا الگ حساب کرنا اور انھیں مستثنیٰ کرنا قرین قیاس بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ لیکن اس کے شیرز خریدنے والے کے لیے تو مشین اور دیگر اثاثہ جات سب برابر ہیں، اسے تو شیرز کی ویلیو سے مطلب ہے، وہ اس کو عروضِ تجارت کے طور پر خریدتا اور فروخت کرتا رہتا ہے، وہ اگر اسے لمبے عرصے کے لیے روکتا ہے تو بھی دیکھتا رہتا ہے کہ اس کے شیرز کی قیمت کتنی بڑھی، اس لیے مختلف کمپنیوں اور ان کے اثاثوں اور سامانوں میں تفریق کرنے اور ان میں سے بعض کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرنے کے بجائے شیرز کی کل مالیت پر سامانِ تجارت کی طرح ڈھائی فیصد زکوٰۃ ہونی چاہیے۔ مجھے بعد میں یہ پڑھ کر اطمینان اور خوشی ہوئی کہ اسی طرح کا خیال شیخ ابوزہرہ، شیخ عبدالرحمٰن حسن اور شیخ خلاف بھی رکھتے ہیں[۴۷]۔ علامہ یوسف القرضاوی نے ان شیوخ کی رایوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ افراد کی حد تک یہ شکل بڑی مناسب ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنے شیرز کی ویلیو معلوم ہوتی ہے اور اس کو ان کا سالانہ نفع بھی معلوم ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے آسانی سے ان کی زکوٰۃ نکال سکتا ہے۔ جب کہ اول الذکر رائے جس میں دنیا بھر کی تفریقات ہیں، عام آدمی کے لیے ان کا معلوم کرنا اور حساب لگانا بڑا مشکل ہے علامہ کی رائے میں بھی اگر کوئی اسلامی حکومت کمپنیوں سے براہ راست زکوٰۃ وصول کرتی ہے تو کمپنی اسی طرح کا حساب لگا سکتی ہے اور پہلی رائے کے مطابق عمل کرے[۴۸]۔

دارالعلوم دیوبند سے بھی ایک فتویٰ اس طرح کا نظر سے گزرا جس میں کل اصل اور نفع دونوں پر زکوٰۃ دینے کو کہا گیا ہے۔ کسی نے دریافت کیا "زید نے ایک کمپنی کے پندرہ حصے ۵ ہزار میں خریدے، اس میں جو کچھ نفع ہوتا ہے وہ سالانہ تقسیم ہو کر حصہ داروں کو

ملتا ہے، زید کو بھی پانچ سو روپے ملے۔ آیا زید کے ذمہ پانچ ہزار کی زکوٰۃ دینا لازم ہے یا منافع سالانہ کی رقم پر زکوٰۃ لازم ہوگئی؟" اس کے جواب میں تحریر ہے "زید کو پانچ ہزار کی زکوٰۃ بھی دینی لازم اور فرض ہے۔ کذافی الدر المختار"۔[۸]

شیئرز کی زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے کمپنی کے قابل زکوٰۃ یا ناقابل زکوٰۃ اثاثوں میں تفریق کی جائے گی یا نہیں؟ اس سے متعلق پیچھے مذکور دو رایوں کو تحریر کرنے کے بعد مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے ان دو رایوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ " اگر کسی نے کمپنی کے منافع میں شرکت کے لیے شیئر لیا ہے تو اس کو عروضِ تجارت میں شمار کرنا مشکل ہے، اس میں گنجائش ہے کہ اگر کسی کے لیے قابلِ زکوٰۃ اور ناقابلِ زکوٰۃ اثاثوں کی تحقیق ممکن ہو تو وہ تحقیق کر کے صرف قابلِ زکوٰۃ اثاثوں کی حد تک زکوٰۃ دے اور جو شخص یہ تحقیق نہ کر سکتا ہو وہ احتیاطاً پوری بازاری قیمت کی زکوٰۃ دے دے اور اگر کسی نے شیئرز تجارت کرنے (capital gain) کے لیے اور آگے بیچ کر نفع کمانے کے لیے خریدا ہے تو یہ عروضِ تجارت میں شمار ہوگا۔ اس لیے کہ گویا اس نے کمپنی کے اثاثوں کا ایک متناسب حصہ آگے بیچنے کے لیے خرید لیا ہے، اس لیے تمام قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی"۔[۹] اس طرح مولانا کے نزدیک سرمایہ کاری کرنے والے نے جب کمپنی کے منافع میں شرکت کے لیے شیئر لیا ہے اور وہ ناقابل زکوٰۃ اثاثوں کی مالیت معلوم کر سکتا ہے تو اسے زکوٰۃ دیتے وقت وضع کر سکتا ہے۔ راقم کی ناچیز رائے میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا، اس صورت میں کہ ایک شخص اونٹوں سے اپنے کھیتوں کی آبپاشی کر کے یا اپنے بیلوں کو اپنے کھیتوں پر استعمال کر کے یا اپنی گھریلو صنعتوں میں آلات و اوزار سے کام لے کر اپنی محنت سے پیداوار کرتا ہے یا اپنا وہ شرکت کا کاروبار جس میں اسے عمل دخل حاصل ہے اور جس کے حصص کی کوئی مارکٹ نہیں ہے، ان پر ان عظیم الشان کمپنیوں کو قیاس کرنا جو اپنا ایک الگ قانونی وجود رکھتی ہیں اور جس میں عام حصہ داروں کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا جس کے حصص کی ایک مارکٹ ہوتی ہے اور ہمہ آن ان کی تجارت ہوتی رہتی ہے اور جن کے عام حصہ داروں کا اپنا اصل کام دھام کچھ اور ہوتا ہے عموماً وہ اپنی بچت کو جو حالت اصلیہ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے اس کمپنی میں لگا رکھتا ہے کہ اگر یوں ہی پڑی رہے تو خرچ ہو جائے یا زکوٰۃ ہی چند سالوں میں بہت کم کر دے، کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ان بڑی کمپنیوں میں اس طرح کی اجازت

سے اس کو بڑی آسانی سے زکوٰۃ سے بچنے کے ایک حیلہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے ایک شخص آبپاشی کے اونٹ، باربرداری کے جانور، کاشتکاری کے بیل، ذاتی گھریلو صنعتوں کی مشینوں کو ہمیشہ ایک حد کے اندر رکھے گا لیکن ہوائی پرواز کی کمپنی، ریلوے اور ٹراموے جہازرانی وغیرہ میں لمبے عرصہ کے لیے نصاب سے اوپر کی ساری رقم لگا سکتا ہے اور مشینوں اور آلات و اوزار کی زکوٰۃ سے چھوٹ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی سے بالکل بچ سکتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر قرضاوی نے بھی اس شبہ کا اظہار کیا ہے۔ جن کمپنیوں میں صنعت و تجارت دونوں ہی کام آتے ہیں ان سے ہر وقت یہ پتہ لگانا کہ کتنی رقم آلات و اوزار، عمارت و فرنیچر اور مشینوں میں لگی ہے اور کتنے کا دیگر سامان ہے آسان نہیں ہے کمپنی کے سالانہ میزانیہ سے اس کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے لیکن ایک شخص دسیوں کمپنیوں میں سرمایہ کاری کیے ہوتا ہے، ایک آدھ کے میزانیہ سے یہ بات کسی حد تک معلوم بھی ہو گئی تو بیشتر کے بارے میں وہ الجھن ہی میں رہے گا۔ بہت سی کمپنیاں میزانیہ پابندی سے شائع نہیں کرتیں عام طور پر کھاتہ بند ہونے (Book closing) کے کئی ماہ بعد میزانیہ شائع ہوتا ہے۔ فرض کیجئے ایک آدمی رمضان یا مارچ میں اپنی زکوٰۃ کا حساب کرتا ہے کمپنی بھی اپنا حساب اسی ماہ میں کرتی ہے مگر ڈائرکٹرس کی میٹنگ وغیرہ کے بعد اس کا نتیجہ آنے میں چھ مہینے لگ جاتے ہیں، اب ایک شخص کو چھ ماہ زکوٰۃ کی ادائیگی روکے رکھنا پڑے گی کہ حساب آجائے تو اس کے مطابق زکوٰۃ دے، مزید یہ کہ کمپنیوں کے نزدیک فکسڈ اثاثوں (Fixed Assets) کی جو تعریف ہے اور ان کی تقویم (Evaluation) کا جو طریقہ ہے، ضروری نہیں کہ وہ شرعی لحاظ سے بھی صحیح ہو۔ بہت سے حضرات بڑی آسانی سے مشورہ دیتے ہیں کہ کمپنی سے معلوم کر لیا جائے کہ میری کتنی رقم فکسڈ اثاثوں (Fixed Assets) میں لگی ہے، لیکن ہر کمپنی سے اس طرح کی معلومات حاصل کرنا آسان نہیں ہے، پھر بہت سی کمپنیوں کی لسٹنگ بند ہو جاتی ہے، کئی سالوں سے ان کی سالانہ رپورٹ ہی نہیں ملتی، ان کا کیا ہو؟ غرض یہ کہ ان سارے پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد راقم اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس طرح کی مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص پر زکوٰۃ کا ایک طریقہ ہو یعنی ان کے ساتھ عروض تجارت کا معاملہ کرتے ہوئے بلا تخصیص ان کی کل مالیت پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے۔

# زکوٰۃ کے لیے کس مالیت کا اعتبار ہو؟

شیئرز کی زکوٰۃ کے سلسلے میں ان کی کس مالیت کا اعتبار ہوگا یہ بھی ایک حل طلب مسئلہ ہے، شیئرز کی ایک قیمت تو وہ ہوتی ہے جو ان کے سرٹیفکٹ پر لکھی ہوتی ہے جس کو قیمتِ عرفی (Face Value) کہتے ہیں، شیئرز کے اجراء کے وقت بڑی حد تک ان کی صحیح ویلو وہی ہوتی ہے جو سرٹیفکٹ پر درج ہوتی ہے لیکن بہت سے شیئرز پریمیم پر جاری ہوتے ہیں یعنی ان کی قیمت عرفی تو مثلاً وہی دس روپے ہوتی ہے لیکن کمپنی ان کی فروخت زائد رقم لے کر کرتی ہے، اس شکل میں قیمتِ عرفی کے ساتھ پریمیم ملا کر شیئر کی مالیت ہوئی، اجراء کے بعد اثاثہ جات کی خرید اور کام کی شروعات کے ساتھ قیمتِ عرفی یا قیمتِ عرفی مع پریمیم جس پر شیئرز فروخت ہوا تھا، وہ حقیقی مالیت کی نمائندہ نہیں رہتی۔ اس کی قدر میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کا عکس ہم اس کی بازاری قیمت میں دیکھ سکتے ہیں۔ شیئرز کی حقیقی مالیت اس کی Break up value سے معلوم ہوسکتی ہے یعنی اگر کمپنی تحلیل ہو تو ہر شیئر کے مقابلہ میں کمپنی کے اثاثوں کا جو حصہ آئے وہ اس کی بریک اپ ویلو ہے، مگر اس کی تعیین اتنی مشکل ہے کہ زکوٰۃ کے لیے اس کا انتظار و اعتبار نہیں کیا جاسکتا، ان وجوہ کی بنا پر تقریباً تمام علماء عصر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کے لیے شیئرز کی بازاری قیمت کا اعتبار ہوگا۔[۱۱]

# اوسط مالیت کا اعتبار

لیکن شیئرز کی بازاری قیمت کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ وہ ہمیشہ شیئرز کی حقیقی ویلو کے مطابق نہیں ہوتی۔ ان کی قیمت میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس کے پیچھے بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں جن میں کچھ تو واقعی شیئرز کی حقیقی مالیت کا پتہ دیتے ہیں لیکن بہت سے عوامل حقیقی مالیت کی غمازی نہیں کرتے۔ مثلاً جنگ یا سیاسی عدم استحکام، سرمایہ کاری کے بیرونی اداروں کے اثرات، بجٹ اور حکومت کی پالیسی، زر کی رسد میں بے تحاشا اضافہ، اندرونی تجارت، مانسون کے اثرات اور افواہوں کی وجہ سے قیمت میں اچانک گراوٹ حقیقی اسباب کی وجہ سے نہیں ہوتا سب کو یہ اندازہ

ہوتا ہے کہ یہ ایک عارضی سبب ہے جس کا اثر دیر تک بھی رہ سکتا ہے اور جلد زائل بھی ہو سکتا ہے، اب اگر کوئی اس وقت اپنے شیئرز کو فروخت کرتا ہے تو اس کے حق میں بازار کی قیمت ہی اس کے شیئرز کی اصل قیمت ہے لیکن جو لمبے عرصہ کے لیے سرمایہ کاری کرتے ہیں ان کے لیے قیمت کا یہ آئے دن کا اتار چڑھاؤ صرف کاغذی ہوتا ہے، اصل اہمیت اس تغیر کی ہے جو کمپنی کی فی حصہ کمائی (E.P.S. Earning per share) کے نتیجے میں ظاہر ہو، شیئرز کی بازاری قیمت میں جو تغیر ہوتا رہتا ہے اس کو درج ذیل شکل میں ظاہر کر سکتے ہیں۔

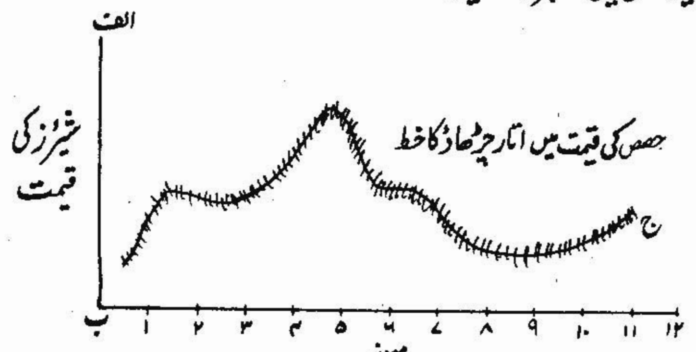


اس رسم بیانی میں خط الف پر شیئرز کی قیمت کو ناپا گیا ہے اور خط ب پر مہینے۔ خط ج شیئرز کی قیمت کے آتار چڑھاؤ کو دکھا رہا ہے۔ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ شیئر کی قیمت کا ایک یومیہ کردار ہوتا ہے اور ایک طویل المیعاد، یومیہ تغیرات میں شیئرز کی قیمت میں مستقل اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے اور طویل المیعاد تغیرات کے حساب سے ایک خاص عرصہ تک شیئرز کی قیمت یومیہ اتار چڑھاؤ کے علی الرغم مجموعی طور پر مستقل گرتی چلی جاتی ہے۔ یہ زوال یا کساد کا دور ہوتا ہے، پھر شیئرز کی قیمتوں میں عروج شروع ہوتا ہے۔ اس طویل المیعاد عروج کے دور میں بھی یومیہ قیمتیں گرتی چڑھتی رہتی ہیں لیکن عمومی طور پر قیمتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ ان تغیرات کو شیئرز کی قیمتوں کے اشاریے سے ناپتے ہیں جن میں کچھ منتخب کمپنیوں کے حصص کی قیمتوں کے تغیر کا اوسط رجحان معلوم کرتے ہیں چونکہ اس میں ہزارہا کمپنیوں میں سے کچھ منتخب مثلاً بمبئی اسٹاک ایکسچینج میں ۳۰ مخصوص کمپنیوں کے اور نیشنل اسٹاک ایکسچینج میں سو منتخب کمپنیوں کے حصص کے تغیر کو ناپتے

ہیں اس لیے یہ انفرادی طور پر ہر کمپنی کے لیے صحیح نہیں ہوتا ہے، حصص کے اس یومیہ اتار چڑھاؤ اور کچھ حادثاتی اسباب کی وجہ سے اچانک بڑا تغیر زکوٰۃ نکالنے والے کو سخت کشمکش میں ڈال سکتا ہے، اس کی وجہ سے کبھی تو زکوٰۃ دینے والے پر کافی بوجھ پڑ سکتا ہے اور کبھی مستحقین زکوٰۃ گھاٹے میں رہ سکتے ہیں، مثلاً کسی نے ایک درجن کمپنیوں میں سرمایہ کاری کر رکھی ہے، آج اسے زکوٰۃ نکالنی ہے، ابھی چند ہفتوں تک شیئرز کے دام بڑے کم تھے، ذرا مانسون اچھا ہوگیا تو ان کمپنیوں کے دام بہت بڑھ گئے، لیکن پتہ نہیں ایک ہفتہ بعد کیا حال رہے گا، پھر ان کمپنیوں میں سے دو تین نے حق اجراء (Right issue) کا اعلان کر دیا ہے، اس کی وجہ سے دام بڑھ گئے ہیں، ایک کمپنی بونس دینے والی ہے (گو ابھی نہیں دیا ہے) اس کے دام بھی کافی بڑھ گئے ہیں، رائٹ اور بونس والی کمپنیوں کے دام یقیناً تاریخ رکارڈ (Record Date) کے بعد بہت گر جائیں گے۔ اب وہ شخص ان شیئرز کے آج کے دام کے مطابق زکوٰۃ نکالتا ہے تو اسے اس سے بڑھی ہوئی قیمت کے مطابق بہت زکوٰۃ نکالنی پڑے گی، حالانکہ اس بڑھی ہوئی قیمت کا اسے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس نے لمبے عرصے کے لیے سرمایہ کاری کر رکھی ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس کی ایک درجن میں سے بہت سی کمپنیوں کے حصص کی قیمت گر جائے گی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیئرز کے دام زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ سے قبل تو بڑے اونچے تھے مگر کسی کمپنی کے ڈائرکٹر کی موت سے کمپنی میں قفل بندی، کسی میں رائٹ ایشو ختم ہونے کی وجہ سے دام بہت گر گئے اور عام رجحان بھی گراوٹ کا شروع ہوگیا ہے۔ اب اس صورت حال سے زکوٰۃ پانے والوں کا گھاٹا ہوگا کہ اب موجودہ قیمت کے حساب سے زکوٰۃ کم نکلے گی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی سرمایہ کاری کی ویلیو گھٹ کر نصابِ سیم وزر سے کم ہو جائے اور وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے صاف چھوٹ جائے حالانکہ اس کے پاس اب بھی اتنے ہی حصص ہیں جتنے ان ناگہانی حادثات یا عارضی اسباب کے وقوع سے پہلے تھے اور اس وقت ان حصص کی مالیت اتنی تھی کہ وہ صاحبِ نصاب تھا، اسی طرح معاملہ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کے پاس حصص کا مجموعہ تو اتنا ہی برقرار رہے لیکن عارضی اسباب کی بناء پر بعض کمپنیوں کے حصص کے دام اتنے بڑھ گئے کہ وہ صاحبِ نصاب ہوگیا جب کہ کم قیمت کے حساب سے وہ صاحبِ نصاب نہیں تھا، اس طرح سال کے مختلف اوقات میں قیمتوں کے تغیر کی وجہ سے

وہ صاحب نصاب اور بے نصاب ہو سکتا ہے، ایک اور مثال سے شیئرز کی قیمتوں کے تغیر کے متضاد اثرات ملاحظہ کیجیے، دو اشخاص ہیں، دونوں کے پاس ایک ہی طرح کی کمپنیوں کے ایک ہی مقدار میں حصص ہیں، بس فرق یہ ہے کہ ایک کا حولان حول مارچ میں اور دوسرے کا ستمبر میں پورا ہوتا ہے، دونوں نے طویل المیعاد سرمایہ کاری کر رکھی ہے، فرض کیجئے مارچ میں عام طور پر بجٹ کی غیر یقینی صورت حال اور مارکٹ کے اثرات سے شیئرز کے دام بہت گر جاتے ہیں، جبکہ ستمبر میں عموماً دام بڑھ جاتے ہیں اب یہ دو اشخاص جو ایک ہی طرح کے برابر تعداد میں شیئرز کے مالک ہیں، زکوٰۃ کی حد تک دو مختلف نتائج سے دوچار ہوں گے۔ ایک کو زیادہ زکوٰۃ نکالنی پڑے گی ایک کو بہت کم جس کو زیادہ نکالنی پڑے گی وہ شاید طیب نفس سے نہ نکالے اور جسے کم نکالنا ہے وہ فقراء و مساکین کو مایوس کرے گا۔ اس صورت حال میں کمپنیوں کے معاملات پر نظر رکھنے والے اور علماء کرام کو غور کر کے کوئی ایسا حل نکالنا چاہیے کہ بازاری قیمت کا پر تشدد تغیر جو عموماً عارضی اور بے بنیاد اسباب کی بنا پر ہوتا ہے، اس کے منفی اثرات کو کم کیا جا سکے اور دونوں کو متاثر ہونے سے بچایا جا سکے اور زکوٰۃ نکالنے کے لیے ایک مستحکم بازاری قیمت بطور بنیاد کے دریافت کی جا سکے، راقم السطور کی سمجھ میں اس کا ایک حل یہ آیا ہے کہ اوسط قیمت کو زکوٰۃ کی بنیاد بنایا جائے۔ شیئرز کی معلومات دینے والے معاشی جرائد شیئرز کی تین قیمتیں چھاپتے ہیں ایک تو روزانہ کی حالیہ قیمت اور دوسرے ۵۲ ہفتوں کی سب سے اونچی قیمت اور سب سے کم قیمت جس پر وہ شیئر فروخت ہوا ہو۔ اگر ان تینوں قیمتوں کا اوسط نکالا جائے، جو حل سامنے آئے گا وہ کسی شیئر کی بے بنیاد حادثاتی بہت زیادہ قیمت یا بہت کم قیمت کے مقابلہ میں اس کی حقیقی قیمت سے زیادہ قریب ہوگا۔

مثلاً کسی شیئر کی حالیہ قیمت ۴۰۰ ہے اور ۵۲ ہفتہ کی سب سے زیادہ قیمت ۴۱۰ اور سب سے کم قیمت ۲۱۰ رہی ہے تو ان کی اوسط قیمت ان تینوں قیمتوں کے مجموعہ ۱۰۲۰ کو تین سے تقسیم کرنے کے بعد اوسط ۳۴۰ آتا ہے، اسی طرح اگر موجودہ قیمت ۲۰۰ ہے تو تینوں قیمتوں کے مجموعہ ۸۲۰ کو تین سے تقسیم کرنے کے بعد اوسط ۲۷۳ آتا ہے۔

اس میں زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے دونوں کی رعایت ہے۔

یاد رہے کہ یہ حل ان سرمایہ کاروں کے لیے ہے جو کمپنی کے منافع میں شرکت کی غرض سے لمبے

عرصے کے لیے سرمایہ کاری کرتے ہیں اور فی الحال شیئرز فروخت نہیں کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے قیمت میں اضافہ یا کمی صرف کاغذی نفع نقصان ہوتا ہے' اس لیے جہاں تک ہو سکے شیئر کی حقیقی ویلیو یا اس سے قریب ترین قیمت کو بنیاد بنایا جائے، رہے وہ لوگ جو کسی موجودہ بازاری قیمت پر اپنے شیئرز فروخت کریں ان کے حق میں موجودہ قیمت ہی زکوٰۃ کی بنیاد ہوگی کیونکہ انھوں نے موجودہ قیمت جو خواہ حقیقی ہو یا غیر حقیقی اس کو حاصل کر لیا ہے' ان کے لیے ۵۲ ہفتوں کی اعلیٰ یا اسفل قیمت بے معنی ہے۔

## اوسط مالیت کو زکوٰۃ کی بنیاد بنانے کے حق میں شرعی دلائل

یہاں یہ سوال ذہن میں ابھر سکتا ہے کہ کیا اوسط کو بنیاد بنانے کے حق میں شریعت سے کوئی دلیل ہو سکتی ہے ہم نے اس سوالیہ نشان کے ساتھ کتاب وسنت پر نظر ڈالی تو فوراً کفارہ یمین سے متعلق درج ذیل آیت:

| | |
|---|---|
| فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ (المائدہ: ۸۹) | سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو۔ |

ذہن میں آئی، اس کی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| هو هنا منزلة بين منزلتين و نصفاً بين طرفين ومنه الحديث "خير الامور اوسطها" وخرج ابن ماجه حدثنا محمد بن يحيى حدثنا عبد الرحمن بن مهدي حدثنا ابن عيينه عن سليمان بن ابي المغيرة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال كان الرجل يقوت اهله قوتا | "اور وہ (یعنی اوسط) یہاں دو درجات کے درمیان کا درجہ ہے اور دو انتہاؤں کا نصف مراد ہے' اسی معنی میں حدیث ہے کہ "معاملات کا سب سے اچھا اس کا اوسط ہوتا ہے" امام ابن ماجہ نے تخریج کی ہے کہ ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبد الرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابن عینیہ نے سلیمان بن مغیرہ سے سن کر اور انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے حضرت ابن |

| | |
|---|---|
| فیہ سعۃ وکان الرجل یقوت اھلہ قوتا فیہ شدۃ فنزلت "من اوسط ما تطعمون اھلیکم" وھذا یدل علی ان الوسط ما ذکرنا وھو ما کان بین شیئین[۱۱] | عباسؓ سے روایت کی کہ آدمی اپنے گھر والوں کو کبھی بڑی وسعت کے ساتھ کھلاتا ہے اور کبھی بڑی تنگی کے ساتھ، چنانچہ آیت نازل ہوئی کہ من اوسط ما تطعمون اھلیکم یعنی جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اس کے اوسط درجے کا۔ اس سے پتہ چلا کہ اوسط کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کیے یعنی جو دو چیزوں کے درمیان ہو۔ |

مذکورہ بالا تفسیر سے پتہ چلا کہ جہاں کئی معیار ہوں وہاں اوسط کو اپنانا بہتر ہے۔ جس طرح سال میں کبھی انسان اپنے گھر والوں کو مرغ ملیدہ کھلاتا ہے وہیں کبھی موٹا جھوٹا یا سادا سودا کھا کھلا لیتا ہے اس لیے قسم کے کفارہ میں بجائے آدمی کو اس کا مکلف کرنے کے کہ مسکینوں کو اعلیٰ قسم کی دعوت دے یا اس کو اس بات کی اجازت دینے کے کہ جیسا تیسا روکھا پھیکا کھلا دے یہ کہا گیا کہ جو اوسط یا درمیانی شکل ہے اس کو اپنایا جائے، اس لیے کہ پہلی شکل اگر غریبوں کے حق میں بہتر ہے تو کفارہ دینے والوں کو زیر بار کرنے والی ہے اور دوسری شکل کفارہ دینے والے کے لیے اچھی ہو سکتی ہے لیکن مسکینوں کو افسردہ کر سکتی ہے۔ یہ بھی نہیں کہا گیا کہ قسم کھانے کے دن کا کھانا یا قسم توڑنے والے دن جو کھانا پکے وہ کھانا کھلا دینا بلکہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ، اس درمیانی شکل میں دونوں کی مصلحتوں کی رعایت ہے، کمپنیوں کے شیئرز کی قیمت کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ سال کے درمیان کبھی تو وہ بہت بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے۔ کبھی عام گراوٹ اور افسردگی کی وجہ سے شیئرز کی جو حقیقی یا عرفی قدر ہوتی ہے اس سے بھی کم پر ملتے ہیں اور کبھی پر امیدی اور فروغ کا عالم ہوتا ہے تو ان کی قیمتیں ان کی حقیقی قدر سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، اسلامی معاشیات کے ماہرین اس پر کافی غور کر رہے ہیں کہ کس طرح حصص کی قیمت کو ان کی حقیقی قدر کے مطابق رکھا جا سکے۔ بہرحال جب تک اس کی کوئی صورت نہیں نکلتی اوسط قیمت کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کے لیے روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت کی کہ خبردار لوگوں کے بہترین مالوں کو ہی چن کر صدقہ میں نہ لینا (وایاک وکرائم اموالہم)[۱۲]

امام ترمذی نے ابواب الزکوٰۃ کے تحت باب ماجاء فی زکوٰۃ الابل و الغنم میں حضرت ابن شہاب الزہری کا قول نقل کیا ہے کہ جب عامل صدقہ زکوٰۃ وصول کرنے آتا تو بکریوں کو تین حصوں میں بانٹ دیتا ایک تہائی بہترین بکریوں کو چھانٹ کر الگ کر دیتا، ایک تہائی اوسط قسم کی الگ کرتا اور ایک تہائی مریل قسم کی علاحدہ کردیتا اور پھر صدقہ وصول کرنے والا درمیانی قسم کی بکریوں سے وصول کرتا[۱۳]

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مال کی کئی نوعیتیں (Qualities) یا قیمتیں ہوں وہاں اوسط کا اعتبار کرنا شریعت میں مطلوب و مرغوب یا کم از کم مباح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وھو یہدی الی سواء الصراط۔

## مجہول الحال شیئرز

ہندوستان میں موجودہ شیئرز بازار نے جو کہ عرصہ سے مائل بہ کساد ہے، کچھ نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں، ان میں خاص طور پر ان شیئرز کا مسئلہ ہے جن کی کوئی بازاری قیمت نہیں رہ گئی ہے، ان کی خرید و فروخت اور اسٹاک ایکسچینج میں لسٹنگ بھی بند ہو چکی ہے۔ ان کے بارے میں کمپنیاں بھی کوئی رپورٹ فراہم نہیں کرتیں۔ ان میں ایسے شیئرز بھی ہیں جو کبھی سو روپے کے تھے اور اب ایک روپے میں بھی کوئی نہیں پوچھتا اور ایسے بھی ہیں جو کبھی پریمیم کے باوجود الاٹ نہیں ہوئے جبکہ آج اپنی قیمت رسمیہ سے بھی گر کر اس حالت کو پہنچ گئے ہیں۔ راقم کے خیال میں زکوٰۃ کے سلسلہ میں ان شیئرز کے ساتھ مال ضمار کا معاملہ ہونا چاہئے، جب ان کی قیمت کا پتہ لگ جائے یا جب بازار میں ان کی کوئی قیمت طے ہو جائے یا ان کی لسٹنگ شروع ہو جائے تو ان پر، حسب مسلک، گذشتہ سارے سالوں کی یا کم از کم ایک سال کی زکوٰۃ نکالی جائے۔ دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے طریقہ کے مطابق ان کی جو ویلیو ٹھہرتی ہے اس کا اعتبار کیا جائے۔ بہرحال یہ مسئلہ مزید غور و فکر کا محتاج ہے۔

# حواشی

۱؎ القرضاوی، یوسف، فقہ الزکوٰۃ، بیروت جلد اول ص ۵۲۳

۲؎ ایضاً ص ۵۲۵ ۳؎ ایضاً

۴؎ اعظمی، مفتی نظام الدین، منتخبات نظام الفتاوی، نئی دہلی، اسلامی فقہ اکیڈمی جلد اول صفحات ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۰، ۱۱۱ ۵؎ ایضاً

۶؎ القرضاوی، یوسف، فقہ الزکوٰۃ جلد اول ص ۵۲۷ ۷؎ ایضاً ص: ۵۲۸

۸؎ مفتاحی، محمد ظفیر الدین (مرتب) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، افادات مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی طبع ثانی دیوبند ۱۹۷۲، جلد ۶ ص ۱۲۷

۹؎ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، دیوبند، صفحات ۹۳، ۹۴ ۱۰؎ ایضاً ص ۹۳

۱۱؎ القرطبی، ابوعبداللہ الجامع لاحکام القرآن، جلد ۶ ص ۲۷۶ ۱۲؎ ترمذی، ابوعیسیٰ، سنن ترمذی، دہلی کتب خانہ رشیدیہ ص ۸۰ باب ماجاء فی کراہیۃ اخذ خیار المال فی الصدقۃ ۱۳؎ ایضاً ص ۷۹

**علم و عرفان کا کارواں رواں دواں رہے**

مجلہ فقہ اسلامی کے ذریعے خدمت دین کا کام خوب ہے، ہماری دعا ہے کہ علم و عرفان کا یہ کارواں رواں دواں رہے۔ ﴿آمین﴾

**محمد طاہر زرگر، دریا آباد کراچی**

**متحدہ عرب امارات میں مجلہ فقہ اسلامی**

رابطہ کیجئے: جناب محمد شریف قادری (معاون خصوصی و نمائندہ)

Office : 06-5562524 - Residence : 06-5539623

Mobile : 050-6343691 (Sharjah)